Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
November 29, 2025

Scholarly Trial of Objections to the Narration of Sayyiduna Abu Hurairah

سیدنا ابوہریرہ کی مرویات پر اعتراضات کا علمی محاکمہ

Moeez Rasool
M.Phil Scholar, Deparment of Islamic Studies, Superior University Lahore
Email: moeezrasool281@gmail.com

Dr Hafiz M Mudassar Shafique (Corresponding Author)
Assistant Professor, Chaudhry Abdul Khaliq Center for Contemporary Islamic Sciences, (CAKCCIS) Superior University, Lahore
Email: mudassar.shafique@superior.edu.pk
mudassaraarbi@gmail.com

Abstract

This research study presents a comprehensive and detailed review of the scholarly, intellectual and historical criticisms of the narrations of Abu Hurayrah. Hazrat Abu Hurayrah is the most eloquent companion among the companions of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him), who's narrations constitute the primary source in almost every jurisprudential, exegetical and biographical chapter. While the number and diversity of his narrations have provided the Muslim Ummah with valuable scholarly capital, questions have also been raised about them at different times. These objections have sometimes been raised on the abundance of narrations, sometimes on the memorization and power of memory, and sometimes on the interpretation of certain hadiths in the political and social context. In this study, all these objections have been collected in a historical and thematic order. At the same time, the intellectual background of the critics, their reasoning, and the trends found in their writings have also been viewed from a critical perspective. The study has made a scientific analysis of the narrations of Abu Hurairah (RA) based on the principles of hadith, jarh wa tadil, and the rules of asma al-rijal (male names) in order to determine where the objections have scientific weight and where they are

merely related to intellectual or sectarian bias. Furthermore, this study has included the statements of classical hadith scholars such as Imam Bukhari (RA), Imam Muslim (RA), Yahya bin Mu'een (RA), and Imam Dhahabi (RA) as evidence to support the authenticity of the narrations of Abu Hurairah (RA) and to understand their place in a historical context.

Keywords: Abu Hurairah, Hadith, Objections, Scholarly Trial

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل نام عبد الرحمن بن صخر ہے ،آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب صفہ سے تھے ، سرچشمہ علوم نبویہ ﷺ سے سیراب ہونے کے لیے بھوک، مفلسی جیسی دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کیا ، یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار مکثرین صحابہ کرام (کثرت سے روایات کرنے والے صحابہ) میں ہوتا ہے۔ عہدِ رسالت میں غزوۂ خیبر و حنین جیسے معرکوں میں بھی پیش پیش رہے ، عہدِ صدیقی میں فتنۂ اِرتداد کی سرکوبی کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان ہی خصوصیات کے پیش نظر حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو ''بحرین ''کا گورنر مقرر فرمایا۔[1] آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عبدذی الشری اور والدہ کا نام امیمہ یا میمونہ بنت صبیح بن حارث تھا۔راجح قول کے مطابق امیمہ بنت صبیح بن حارث ہے۔ہجرت نبوی سے تقریباً چوبیس سال قبل پیدا ہوئے تھے۔۔ گویا کہ حضور ﷺ کی بعثت کے وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی عمر 11 سال تھی۔

آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے صرف ایک ہی نکاح کیا بسرہ بنت غزان سے۔پہلے آپ ان کے ہاں ملازم تھے بعد میں ان ہی سے نکاح ہو گیا۔ یہ شادی بھی صحیح قول کے مطابق عہد رسالت ﷺ کے بعد کی تھی۔ آپ کی اہلیہ مشہور صحابی رسول حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی عبادت گزار، انتہائی متواضع اور پرہیز گار صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے ۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام ''عبد شمس'' تھا ۔ 7 ہجری میں جنگ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے۔ اسلام لانے کے بعد آپ کا نام عبدالرحمن یا عبداللہ رکھا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلیوں سے بڑی محبت تھی ایک دن حضور ﷺ نے ان کی آستین میں ایک بلی کو دیکھا

[1] ۔ابو عمر یوسف عبداللہ بن محمد قرطبی، الاستیعاب ، بیروت : دار الکتب العلمیہ ، 2 / 334

تو ان کو" يَا اَبَاهُرَيْرَةَ" (اے بلی کے باپ) کہہ کر پکارا، اس دن سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصلی نام ہی بھول گئے اسی لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام میں بڑا اختلاف ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابِ صُفَّہ میں سے ہیں ۔[2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کا بہت ادب و احترام کرتے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر با ادب تھے کہ بغیر طہارت کے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونا اور رحمتِ عالم ﷺ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل کی حاجت تھی کہ راستہ میں جانِ عالم ﷺ سے سامنا ہو گیا، لہذا کترا گئے اور غسل کرکے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: ابوہریرہ! کہاں تھے؟ عرض کی: مجھے غسل کی حاجت تھی، اس لئے دل نے گوارا نہ کیا کہ اس حالت میں بارگاہِ رسالت میں حاضری دوں۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے بہت محبت کرتے، نہ صرف خود محبت کرتے بلکہ دوسروں کو بھی عشقِ رسول کے جام بھر بھر کے پلاتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور سے محبت کا یہ عالم تھا کہ رسولُ اللہ ﷺ کے چہرۂ انور سے خوشی چھلکتی تو آپ بھی خوش ہو جاتے ان کے چہرۂ اقدس پر حزن و ملال کے آثار ظاہر ہوتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رنجیدہ ہو جاتے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ بارگاہ رسالت ﷺ میں یوں عرض گزار ہوئے: یا رسولَ اللہ ﷺ جب آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔[4] خود اپنے عشقِ رسول میں اضافہ کرنے اور دوسروں کے دِلوں میں محبت رسول کی شمع روشن کرنے کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی دیہاتی کو دیکھتے یا ایسے شخص کو پاتے جس نے پیارے آقا ﷺ کی زیارت نہیں کی تو فرماتے: آؤ! میں تمہیں انسانیت کی جان، حضرت محمد ﷺ کے محاسن و شمائل اور فضائل سناتا ہوں۔ اس کے بعد پیارے آقا ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے

---

[2]۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی، منتخب حدیثیں، کراچی: نیو مجاز پریس، ص52

[3]۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، قاہرہ: دار احیاء التراث العربی، 1 / 110، الرقم الحدیث 231

[4]۔ امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، بیروت: دار الفکر، 3 / 151، الرقم الحدیث 7937

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

اور آخر میں فرماتے: میرے ماں باپ حضور ﷺ پر فدا ہوں کہ میں نے ایسی من موہنی صورت نہ پہلے کبھی دیکھی نہ بعد میں۔[5] کبھی یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے: میں نے رسولُ اللہ ﷺ سے زیادہ حسن و جمال کا پیکر کبھی نہیں دیکھا ایسا لگتا تھا جیسے رخِ تاباں میں سورج گردش کر رہا ہے۔[6]

دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت اطہار سے بہت محبت کرتے تھے اور جہاں موقع ملتا خوب برکتیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کی ملاقات حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: مجھے وہ جگہ دکھائیں جہاں رحمتِ عالم ﷺ نے بوسہ دیا تھا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کپڑا ہٹایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسی جگہ بوسہ دیا۔[7] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی ذوق تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر سرورِ کونین ﷺ کے قدمین شریفین میں پڑے رہتے تھے۔ فاقوں پر فاقے سہتے اور علم حاصل کرتے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے زیادہ احادیثِ مبارکہ آپ سے مروی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثی خدمات اور مرویات کی تعداد واہمیت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے بڑا عالم و حافظ حدیث ہونے کا شرف حاصل ہے وہ حدیث کا بحر بیکراں تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سے زیادہ احادیث جانتے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہمعصر حفاظ حدیث میں سب سے بڑے حافظ تھے۔ علامہ ذہبی اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کا ظرف تھے اور صاحب فتویٰ آئمہ کی جماعت میں بلند پایہ رکھتے تھے۔[8]

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہمعصر رواۃ میں سب سے بڑے حافظ تھے اور تمام صحابہ کرام میں کسی نے حدیث کا اتنا ذخیرہ فراہم نہیں کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی اپنی اس حیثیت کا اعتراف کیا کرتے تھے۔[9] حضرت ابوہریرہ

[5]۔ محمد بن سعد ہاشمی، طبقات ابن سعد، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1 / 318

[6]۔امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذی، بیروت: دار الفکر، 5 / 369، الرقم الحدیث 3668

[7]۔امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، بیروت: دار الفکر، 3 / 63، الرقم الحدیث 7466

[8]۔امام شمس الدین الذہبی، سیر اعلام النبلاء، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 198/1

[9]۔امام ابنِ حجر العسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ 276/1

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث کے معاملے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ بھولنے یاالفاظ کے ردوبدل کے ڈر کی وجہ سے احادیث کو لکھ لیا کرتے تھے۔ فضل بن حسن اپنے والد حسن بن عمرو کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک حدیث سنائی تو انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا حسن بن عمرو نے کہا کہ میں نے یہ حدیث آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی سنی ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے سنی ہے تو ضرور میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی چنانچہ ان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور ایک کتاب دکھائی جس میں تمام احادیث درج تھیں اسی میں وہ حدیث بھی موجود تھی۔[10] ابن الجوزی نے "تلقیح فهوم أہل الأثر فی عیون التاریخ والسیر" میں باب عدد الاحادیث المرویۃ عن رسول اللہ ﷺ کے تحت ذکر کیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسند بقی بن مخلد میں (5374) احادیث مروی ہیں، مسند بقی بن مخلد ذخیرہ حدیث کی سب سے بڑی کتاب سمجھی جاتی ہے، جس میں (1300) سے کچھ زیادہ صحابہ کرام کی مرویات کو جمع کیا گیا ہے، اور ہر صحابی کی احادیث کو ابواب فقہ کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے، اور یہ عظیم کتاب تاحال مفقود ہے۔اور ذخیرہ حدیث کی موجودہ سب سے بڑی کتاب (مسند احمد بن حنبل) میں اسانید اور طرق کے اعتبار سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (3833) احادیث مروی ہیں۔اگر دونوں کتابوں کا موازنہ کیا جائے تو ہر دو کتاب میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات میں فرق (1541) احادیث کا بنتا ہے۔اور مسند احمد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات میں سے مکرر احادیث کو منہا کریں تو مشہور محقق شیخ احمد شاکر کے مطابق کل ان کی مرویات کی تعداد (1579) بنتی ہے۔[11]

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ساری احادیث جو ابن الجوزی نے ذکر کی ہیں کہاں ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ امام احمد بن حنبل سے یہ ساری احادیث چھوٹ گئی ہیں؟ شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''میرے خیال میں ایسا نہیں بلکہ ابن الجوزی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کل مرویات کا ذکر کیا ہے جس میں مکرر احادیث بھی شامل ہیں۔یعنی ایک حدیث اگر کئی سند سے مروی ہے تو اسی ایک حدیث کو کئی روایات شمار کیا ہے۔اس طرح اگر ایک حدیث کے ایک حصے کو ایک جگہ پر اور دوسرے حصے کو دوسری جگہ پر ذکر کیا ہو تو اسے بھی دو حدیث شمار کیا ہے۔'' مثلاً سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث "من حج فلم یرفث ولم یفسق، رجع کھیئة یوم ولدته أمه" مسند احمد میں پانچ جگہوں پر مختلف اسناد سے آئی ہے اور ہر جگہ پر ایک مستقل حدیث شمار کی

[10] ۔ایضاً: 289/1

[11] ۔ابی موسیٰ المدینی، خصائص المسند، مصر: مکتبۃ التوبہ للنشر والتوازیع، ص21

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

گئی ہے پہلی جگہ حدیث نمبر (7136) پر، دوسری جگہ حدیث نمبر (9311) پر، تیسری جگہ حدیث نمبر (9312) پر، اور چوتھی جگہ حدیث نمبر (10274)،اور پانچویں جگہ حدیث نمبر (10409) پر۔[12]

ناقدین کے اعتراضات اور محدثین کی علمی آراء:

علمِ حدیث کی تاریخ میں بعض شخصیات ایسی ہیں جن کی مرویات کی کثرت نے ہمیشہ اہلِ علم کی توجہ اپنی جانب مبذول کی ہے۔انہی جلیل القدر ہستیوں میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہیں، جنہوں نے نسبتاً کم مدتِ صحبت کے باوجود ذخیرۂ حدیث میں غیر معمولی حصہ فراہم کیا۔ان کی روایات کی کثرت نے بعد کے ادوار میں یہ سوال ضرور پیدا کیا کہ آخر وہ کون سے اسباب تھے جن کی بنا پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت کے سب سے زیادہ حدیث بیان کرنے والے صحابی کے طور پر سامنے آئے، حالانکہ زمانۂ اسلام میں داخل ہونے کے لحاظ سے وہ متعدد سابقینِ اوّلین کے بعد کے افراد میں شمار ہوتے ہیں۔یہی پہلو تحقیق و تجزیہ کا تقاضا کرتا ہے کہ اس مسئلے کو تاریخی، سماجی اور علمی پس منظر میں دیکھتے ہوئے یہ سمجھا جائے کہ مرویات کی کثرت دراصل کن عوامل کی مرہونِ منت تھی اور اس کا صحابہ کرام کے مراتب یا فقہی مقام کے ساتھ کیا تعلق ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو احادیث مروی ہیں وہ دیگر صحابہ کرام سے مروی نہیں حالانکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام بھی بہت بعد میں ایمان لائے۔ان کی کل مرویات کی تعداد پانچ ہزار سے زائد ذکر کی گئی ہیں جو خلفاء اربعہ ودیگر صحابہ کرام کی مرویات سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

جواب: سب سے پہلے اگر ہم ریاضی کا استعمال کریں، تو ہم پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مسئلہ آسان ہے۔اس کی وضاحت یوں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تین سال کی یقینی صحبت، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے (1050) دن بنتے ہیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ ہر وقت رہتے، آپ ﷺ جہاں بھی جاتے، سفر کرتے، آپ ان کے ساتھ ہوتے، دن کا بیشتر حصہ سیدنا ابوہریرہ آپ ﷺ کے ساتھ گزارتے، جیسا کہ انہوں نے اپنے بارے میں خود فرمایا:

"وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّكُمْ تَقُولُونَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقُولُونَ: مَا بَالُ الْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارِ، لَا يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، كَانَ يَشْغَلُهُمْ صَفْقٌ بِالْأَسْوَاقِ، وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوا، وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوا، وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا مِنْ

[12] ۔ایضاً

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

مَسَاكِينِ الصُّفَّةِ، أَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ يُحَدِّثُهُ:" إِنَّهُ لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ، ثُمَّ يَجْمَعَ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَعَى مَا أَقُولُ، فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ، حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ، جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ."[13]

ترجمہ:ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، تم لوگ کہتے ہو کہ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) تو رسول اللہ ﷺ سے احادیث بہت زیادہ بیان کرتا ہے، اور یہ بھی کہتے ہو کہ مہاجرین وانصار ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی طرح کیوں حدیث نہیں بیان کرتے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ میرے بھائی مہاجرین بازار کی خرید وفروخت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور میں اپنا پیٹ بھرنے کے بعد پھر برابر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا، اس لیے جب یہ بھائی غیر حاضر ہوتے تو میں اس وقت بھی حاضر رہتا اور میں (وہ باتیں آپ سے سن کر) یاد کر لیتا جسے ان حضرات کو (اپنے کاروبار کی مشغولیت کی وجہ سے یا تو سننے کا موقعہ نہیں ملتا تھا یا) وہ بھول جایا کرتے تھے۔ اسی طرح میرے بھائی انصار اپنے اموال (کھیتوں اور باغوں) میں مشغول رہتے، لیکن میں صفہ میں مقیم مسکینوں میں سے ایک مسکین آدمی تھا۔ جب یہ حضرات انصار بھولتے تو میں اسے یاد رکھتا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو کوئی اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک پھیلائے رکھے جب تک اپنی یہ گفتگو نہ پوری کر لوں، پھر (جب میری گفتگو پوری ہو جائے تو) اس کپڑے کو سمیٹ لے تو وہ میری باتوں کو (اپنے دل ودماغ میں ہمیشہ) یاد رکھے گا، چنانچہ میں نے اپنا کمبل اپنے سامنے پھیلا دیا، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا مقالہ مبارک ختم فرمایا، تو میں نے اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کے بعد پھر کبھی میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔

توہم ان کی نبی ﷺ سے روزانہ کتنی احادیث سننے کی امید رکھتے ہیں؟ روزانہ صرف پانچ احادیث بھی اگر ہوں تو عدد 5 ہزار سے بڑھ جاتی ہے، اور یہاں احادیث سے ہماری مراد پانچ حالتیں ہیں، یعنی حدیث بات ہو سکتی ہے، عمل ہو سکتی ہے، یا کوئی عمل یا قول جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا ہو یا آپ ﷺ تک پہنچایا گیا ہو، اس سب کو حدیث کہا جاتا ہے، پھر یہ تعداد وہ ہے جو ذخیرہ حدیث سے ہم تک پہنچی، بعض روایات صحیح ہیں، بعض حسن درجہ کی ہیں، اور بعض ضعیف، چنانچہ یہ تعداد تمام اقسام حدیث کو شامل کیے ہوئے ہے۔ تو کیا روزانہ کسی کے بارے میں صرف تین چار باتیں نوٹ کرنا بہت زیادہ سمجھا جاتا ہے؟ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے ہی کثرت سے روایات بیان نہیں کرتے بلکہ وہ صحابہ جنہوں نے احادیث کو کثرت سے روایت کیا ان میں دیگر صحابہ کرام بھی شمار ہوتے ہیں جن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ ان تمام صحابہ کرام کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے اور ان کی روایات کبار صحابہ

[13] ۔امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، بیروت: دارالکتب العلمیہ، الرقم الحدیث 2047

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

کی بنسبت کہیں زیادہ ہیں۔ لیکن صرف سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا کثرت سے روایات بیان کرنا قابل اعتراض ہو اور باقی کا نہ ہو یہ بڑی عجیب بات ہے۔اس بات کو یوں بھی سمجھیے کہ تفسیری روایات میں سیدنا عبداللہ بن عباس کی روایات سب سے زیادہ ہیں، باوجود اس کے کہ ان سے عمر میں کافی بڑے اور زیادہ عرصہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہنے والے اور یقیناً قرآن مجید کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرنے والے صحابہ کرام کی روایات ابن عباس کی بنسبت بہت کم ہیں۔ دیگر صحابہ سے مرویات کا کم ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی روایات کے لیے طعن کا باعث کس طرح سے بن سکتا ہے؟ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے جو کثرت سے روایات بیان کی ہیں اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بڑے اہتمام سے ان احادیث کو یاد کیا اور اس کے لیے تگ و دو کی جو دوسرے صحابہ کی بنسبت زیادہ تھی جس کا تذکرہ انہوں نے خود یوں کیا:

"حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: قَالَ إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنِي قَيْسٌ، قَالَ: أَتَيْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ" صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ سِنِينَ لَمْ أَكُنْ فِي سِنِيَّ أَحْرَصَ عَلَى أَنْ أَعِيَ الْحَدِيثَ مِنِّي فِيهِنَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ، وَقَالَ: هَكَذَا بِيَدِهِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَهُوَ هَذَا الْبَارِزُ"[14]

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ اسماعیل نے بیان کیا کہ مجھ کو قیس نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں تین سال رہا ہوں، اپنی پوری عمر میں مجھے حدیث یاد کرنے کا اتنا شوق کبھی نہیں ہوا جتنا ان تین سالوں میں تھا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا، آپ نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کر کے فرمایا کہ قیامت کے قریب تم لوگ (مسلمان) ایک ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔

دوسری وجہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے کثرت سے روایات بیان کرنے کی یوں بیان کرتے ہیں: اگر مجھے قرآن مجید کی دو آیات کے مصداق وعید بننے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں نبی کریم ﷺ سے سنی ہوئی ہر بات روایت نہ کرتا۔ وہ دو آیات یہ ہیں:

"إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُوْلَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ، إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَـٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ"[15]

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں ان دلائل اور ہدایت کی باتوں کو جو ہم نے نازل کیں بعد اسکے کہ ہم نے انہیں بیان کر دیا ہے لوگوں کیلئے کتاب میں ان لوگوں پر لعنت ہے اللہ تعالی اور لعنت کرنے والوں کی۔ہاں وہ لوگ جو توبہ کر لیں اپنے عمل کو درست کر لیں اور بیان کر دیں تو میں انکی توبہ قبول کر لوں گا اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہوں۔

[14] ۔امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، بیروت: دار الکتب العلمیہ، الرقم الحدیث 2047

[15] ۔البقرہ 159:2

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

مسند احمد اور ترمذی میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: آپ ہم سے زیادہ نبی ﷺ کی کے ساتھ رہتے اور آپ کو ہم سے زیادہ احادیث یاد ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مضبوط ترین حافظے کے مالک تھے، اور ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے کسی حدیث میں غلطی کی ہو۔[16] سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کم و بیش چار سال رہے اور وہ بھی آپ ﷺ کی زندگی کے آخری سال۔ تحصیل علم کے لیے یہ کوئی معمولی دورانیہ نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ کے ساتھ مدت صحبت کے بارے میں فرمایا: "آپ سن سات ہجری میں خیبر میں تشریف لائے، اور خیبر صفر کے مہینہ میں تھا، اور رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات گیارہویں سال ربیع الاول میں ہوئی، تو یہ مدت چار سال اور اس سے زیادہ ہو گئی۔[17] اسی کے ساتھ ساتھ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حفظ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی خصوصی دعائیں بھی ملیں اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے اثرات بھی دیکھے، چنانچہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ سے بہت باتیں سنتا ہوں، مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے اپنی چادر پھیلائی، آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی چلو بنائی اور (میری چادر میں ڈال دی) فرمایا کہ (چادر کو) لپیٹ لو۔ میں نے چادر کو (اپنے بدن پر) لپیٹ لیا، پھر (اس کے بعد) میں کوئی چیز نہیں بھولا۔

"حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنَ الْأَعْرَجِ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: إِنَّكُمْ تَزْعُمُونَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللَّهُ الْمَوْعِدُ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا أَلْزَمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَكَانَتْ الْأَنْصَارُ يَشْغَلُهُمُ الْقِيَامُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ، فَشَهِدْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، وَقَالَ:" مَنْ يَبْسُطْ رِدَاءَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي، ثُمَّ يَقْبِضْهُ فَلَنْ يَنْسَى شَيْئًا سَمِعَهُ مِنِّي، فَبَسَطْتُ بُرْدَةً كَانَتْ عَلَيَّ، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيتُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْهُ."[18]

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے کہا، مجھ سے زہری نے، انہوں نے اعرج سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ تم سمجھتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ ﷺ کی بات زیادہ حدیث بیان کرتے ہیں، اللہ کے حضور میں سب کو جانا ہے۔ بات یہ تھی کہ میں ایک مسکین شخص تھا اور پیٹ بھرنے کے بعد ہر وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہتا تھا لیکن مہاجرین کو بازار کے

[16]۔امام شمس الدین الذہبی، سیر اعلام النبلاء، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 621/2
[17]۔امام ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 608/6
[18]۔امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، الرقم الحدیث 7354

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published: November 29, 2025

کاروبار مشغول رکھتے تھے اور انصار کو اپنے مالوں کی دیکھ بھال مصروف رکھتی تھی۔ میں ایک دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون اپنی چادر پھیلائے گا، یہاں تک کہ میں اپنی بات پوری کر لوں اور پھر وہ اپنی چادر سمیٹ لے اور اس کے بعد کبھی مجھ سے سنی ہوئی کوئی بات نہ بھولے۔ چنانچہ میں نے اپنی چادر جو میرے جسم پر تھی، پھیلا دی اور اس ذات کی قسم جس نے نبی کریم ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا تھا پھر کبھی میں آپ کی کوئی حدیث جو آپ سے سنی تھی، نہیں بھولا۔ یہ تعداد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تمام احادیث کی ہے، اس میں اُن سے مروی صحیح احادیث، ضعیف روایات اور وہ مکرّر روایات بھی داخل ہیں، جو اسی متن اور سند کے ساتھ یا کسی اور سند کے ساتھ اُن سے مروی ہیں۔ یہ اعداد و شمار امام بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جزء "عَددُ ما لكلِّ واحدٍ منَ الصَّحابةِ منَ الحديث" میں ذکر کیے ہیں، جو ہماری جستجو کے مطابق اُن کی مسند میں درج مرویات کی بنیاد پر ہیں۔ ممکن ہے کہ یہی جزء "مسندُ بقی" کا مقدمہ ہو، جیسا کہ ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے۔ محدثین کی عادت ہے کہ وہ ایک حدیث کی متعدد سندوں کو بھی مستقل حدیث کے طور پر شمار کرتے ہیں۔ اسی طرح آثارِ صحابہ کرام وتابعین اور اُن کے فتاویٰ کو بھی احادیث کے ضمن میں شمار کرتے ہیں۔ یوں یہ اعداد و شمار، مرفوع، موقوف اور مقطوع سبھی روایات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

"اَحْفَظُ مِئَةَ اَلْفِ حَدِيْثٍ صَحِيْحٍ، وَمِئَتَيْ اَلْفِ حَدِيْثٍ غَيْرِ صَحِيْحٍ"[19]

یعنی مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔

حافظ ابنِ صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اس بیان کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ہٰذِهِ الْعِبَارَةُ قَدْ يَنْدَرِجُ تَحْتَهَا عِنْدَہُمْ آثَارُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، وَرُبَّمَا عُدَّ الْحَدِيْثُ الْوَاحِدُ الْمَرْوِيُّ بِإِسْنَادَيْنِ حَدِيْثَيْنِ"[20]

یعنی اس عبارت کے تحت محدثین کے نزدیک آثارِ صحابہ کرام وتابعین بھی درج ہیں، اور بسا اوقات دو سندوں سے مروی ایک ہی حدیث کو تعداد میں دو شمار کیا جاتا ہے۔

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ "النکت علی ابن الصلاح" میں رقم طراز ہیں:

"الأقدمونَ يُطلقونَ العددَ منَ الأحاديث على الحديثِ الواحدِ المرويِّ بعدةِ أسانيدَ، وعَلى ہٰذا يَسهلُ الخَطْبُ ، فرُبَّ حديثٍ له مئةُ طريقٍ أو أكثرُ"[21]

19۔ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی، نزہۃ القاری، لاہور: فرید بک سٹال اردو بازار، ص130

20۔ امام تقی الدین ابو عمر عثمان ابن الصلاح، معرفۃ أنواع علم الحدیث، النوع الأول، فوائد مہمۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ص87

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

یعنی ''متقدمین (محدثین) کئی سندوں سے مروی ایک حدیث کو تعداد کے اعتبار سے کئی احادیث شمار کرتے ہیں، یوں (کثیر تعداد کا) معاملہ آسان ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ بسا اوقات ایک حدیث کی سو یا زیادہ سندیں بھی ہوتی ہیں۔

الوسیط في علوم و مُصطلح الحدیث میں لکھا ہے :

"قَد يقولُ قائلٌ: إنَّ ما ذكرتَه عَن الألوفِ المؤلَّفةِ التيْ كانَ يحفظُها الأئمةُ الكبارُ وما نُقِل عنهم فِي ہٰذا لايصدِّقه المُدَوَّنُ فِي كتبِ الحديثِ على كَثرتِها، فإنَّ ما يُوجَد فيها منَ الأحاديثِ المرفوعةِ لا يبلغ عُشْر ہٰذا المقدارِ۔والجوابُ: أنّهٗ ليسَ المرادُ بِہٰذِهِ الألوفِ أنّها كُلَّها أحاديثُ متغايرةٌ، كما ہو الظَّاہرُ، وإنَّما يدخلُ فِي ہٰذِهِ الطُرقُ المتعدَّدةُ للحديثِ الواحدِ، فقدْ يُروى الحديثُ الواحدُ بعَشرةِ اَسانيدَ، ومَا ہِي فِي الحقيقةِ والواقعِ إلاّ طرقٌ لحديثٍ واحدٍ ، فَيتخيَّرُ أيُّ إمامٍ منها أصحَّها وأوثقَها فِي نظرِہِ ، ويَدَعُ ما عَدا ذٰلک ، وقدْ يكونُ فيما ذكرَہٗ ما ليسَ صحيحاً عندَ غيرِہِ. وقدْ يكونُ فيما يتركُہٗ مَا ہُو صحيحٌ فِي الواقعِ. وأيضاً يدخلُ فِي ہٰذِہ الألوفِ آثارُ الصَّحابةِ والتابعِينَ وغيرِہم ، وہٰذِہ الآثارُ تُعتَبرُ من الأحاديثِ عندَ كثيرٍ من المحدِّثين ، ومَا أكثرُ ما رُوِي منَ الآثارِ! فكُنْ على ذُكْرٍ مِن ذٰلک حتّٰی لايلتبسُ عليک الأمرُ، وحتّٰی تدفعَ تشكيكاتِ المشكِّكِين فِي السُّننِ والأحاديثِ"[22]

اشکال: کوئی معترض کہہ سکتا ہے کہ آئمہ کبار کے محفوظ کردہ ذخیرۂ حدیث کے متعلق جو ہزاروں احادیث کی تعداد آپ ذکر کرتے ہیں، کتبِ حدیث کی کثرت کے باوجود اُن میں مدوّن ذخیرہ سے تو اُن دعووں کی تائید نہیں ہوتی، کیوں کہ اُن کتابوں میں موجود مرفوع احادیث کی تعداد تو اُس مقدار کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچتی؟

ان ہزاروں احادیث سے یہ مراد نہیں کہ ان تمام احادیث (کے متون) میں فرق ہے اور سب ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں، بلکہ ان میں ایک حدیث کی متعدد سندیں بھی داخل ہیں؛ کیوں کہ کبھی ایک حدیث دس سندوں سے مروی ہوتی ہے۔ در حقیقت یہ ایک حدیث کی سندیں ہوتی ہیں، اور ہر امام حدیث اپنی تحقیق کے مطابق اُن میں سے زیادہ صحیح اور معتمد سند منتخب کرتے ہیں، اور دیگر سندوں کو ترک کر دیتے ہیں، کبھی اُن کی ذکر کردہ سند دیگر محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی، اور در حقیقت اُن کی ترک کی ہوئی سندوں میں سے کوئی سند، صحیح ہوتی ہے۔ نیز ان ہزاروں روایات میں آثارِ صحابہ کرام وتابعین وغیرہ بھی داخل ہوتے ہیں، اور یہ آثار بہت سے محدثین کے نزدیک احادیث میں شمار ہوتے ہیں، ایسے روایت کردہ آثار بھی بکثرت ہیں۔ یہ اہم نکتہ یاد رکھیے، تاکہ (کثرتِ تعداد کا) معاملہ آپ کے لیے اُلجھن کا باعث نہ بنے، اور آپ سنن واحادیث کے متعلق شکوک وشبہات پھیلانے والوں کے شبہات کے جوابات دے سکیں۔

[21] ۔بدر الدین زرکشی، شافعی، النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح للزرکشی، الریاض: أضواء السلف، 181/1

[22] ۔امام محمد بن محمد ابو شھبۃ، الوسیط في علوم و مُصطلح الحدیث، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ص22

"لَو جمَعنا كلَّ مرويَّاتِ أبِي هُريرة فِي كتابٍ واحدٍ فَلنْ تزيدَ عَنْ جزءٍ صغيرٍ، ذٰلک أنَّ الكثيرَ مِنَ الخَمسةِ آلافٍ والثّلاثِ مِئةِ والأربعِ والسبعينَ ، عَددُ ما رَواه لايُجَاوِزُ السَّطْرَ والسَّطْرَيْنِ"[23]

اگر ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات ایک کتاب میں یکجا کرناچاہیں تو ایک چھوٹے جزء سے زیادہ نہ ہوں گی،اس لیے کہ پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث میں سے اکثر روایات ایک دوسطروں سے متجاوز نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح وثابت احادیث میں سے اکثر کی روایت میں وہ اکیلے نہیں، بلکہ نبی کریم ﷺ سے اُن کو روایت کرنے میں اُن کے ساتھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک ہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ جس شخص سے جو کام لیناچاہیں، تو اس کام کی توفیق اُسے عطافرمانا،اُن کے لیے کچھ دشوار نہیں۔سنّتِ نبوی ﷺ حاصل کرنے اور اسے ادا کرنے کی سعادت سے نوازتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ایسے حالات، مواقع اور اسباب مہیا فرمائے، جو دیگر صحابہ کو میسر نہ آئے۔وہ درج ذیل ہیں۔

i. صحبتِ نبوی ﷺ کے لیے وقف ہونا
ii. سمجھنے کی خاطر سوال کی جرات اور حسنِ سلیقہ میں انفرادیت
iii. احادیث کی دہرائی کے لیے ایک تہائی رات کا مخصوص کرنا
iv. احادیث پہنچانے کے مواقع میسر آنے میں انفرادیت
v. انتظامی ذمہ داریوں سے غالباً آزادی
vi. وفاتِ نبوی ﷺ کے بعد عموماً مدینہ طیبہ میں قیام
vii. وفاتِ نبوی ﷺ کے بعد طویل عمر
viii. صحبتِ نبوی ﷺ کے زمانے میں بھرپور قوت اور جوانی
ix. مکرّر احادیث کے حذف سے تعداد میں نمایاں کمی

سیدناابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیر فقیہ ہونا:

سیدناابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیر فقیہ ہونے کا مسئلہ دراصل علمِ حدیث اور علمِ فقہ کے باہمی تعلق کے فہم سے جنم لیتاہے۔بعض اہلِ علم نے ان کی روایات کی کثرت اور فقہی مسائل میں نسبتاً کم اظہارِ رائے کی بنیاد پر یہ تاثر پیش کیا کہ وہ فقہ میں اتنی گہرائی نہ رکھتے تھے جتنی بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام رکھتے تھے۔تاہم اس بحث کا مقصد کسی درجے میں تنقید نہیں بلکہ اس تاریخی حقیقت کا مطالعہ ہے کہ صحابہ کرام میں تخصصات مختلف

[23]۔امام محرم شیخ ناجی،الضوءُ اللامعُ المبینُ عَن مَناہجِ المحدِّثین، لبنان، دار الامام الرازی، للنشر والتوزیع، ص 133

تھے۔کچھ روایتِ حدیث میں ممتاز تھے، کچھ فقہ واجتہاد میں نمایاں، اور کچھ میدانِ قضا یا سیاست میں۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی خدمات کو ان کے اصل میدان، یعنی حفظِ حدیث، روایت اور اشاعتِ سنت کے تناظر میں سمجھنا ضروری ہے، جبکہ ان کے غیر فقیہ ہونے کی بحث محض علمی تقسیمِ کار کے تناظر میں قابلِ فہم ہوتی ہے، نہ کہ درجہ وفضیلت کے کسی فرق کے طور پر۔ بعض ناقدین کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض روایات قیاس کے خلاف ہیں اور وہ خود غیر فقیہ تھے۔ لہٰذا اُن کی ایسی احادیث کو ردّ کر دیا جائے گا۔اس سلسلے میں انہوں نے "حدیثِ مصرّاۃ" کو بطورِ مثال پیش کیا ہے۔ وہ حدیث حسبِ ذیل ہے: امام بخاری □ اور امام مسلم □ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا:

"لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَ الْغَنَمَ. فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ، فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَّحْتَلِبَهَا: إِنْ شَآءَ أَمْسَكَ، وَ إِنْ شَآءَ رَدَّهَا وَ صَاعَ تَمْرٍ"[24]

"اونٹنی اور بکری (کے دودھ) کو نہ روکو۔ جس شخص نے اُس (کے روکنے) کے بعد اُسے خریدا، تو یقیناوہ اُس کا دودھ دوہنے کے بعد، دونوں میں سے بہتر رائے والا ہے (یعنی اُسے حق ہے، کہ دونوں باتوں میں سے جسے چاہے، اختیار کر لے): اگر چاہے، تو اُسے (اپنے ہاں ہی) رہنے دے اور اگر چاہے، تو اُسے واپس کر دے اور ایک صاع کھجور (بھی دے)۔اعتراض کی حقیقت سمجھنے کی غرض سے توفیقِ الٰہی کے ساتھ حسبِ ذیل سات پہلوؤں سے غور کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا غیر مشروط ہونا:

قرآن و سنت حتمی طور پر یہ بات واضح کرتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت قطعی طور پر غیر مشروط ہے۔ حضراتِ صحابہ کرام اور سلف صالحین کے اقوال واعمال بھی اسی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

" وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"[25]

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول ﷺ دیں، تو اُسے تھام لو اور جس چیز سے تمہیں روکیں، تو اُس سے باز آ جاؤ۔

---

[24]۔امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب النهي للبآئع أن لا يحفِّل الإبل والبقر والغنم وكُلَّ محفَّلَة، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 361/4، الرقم الحدیث 2148

[25]۔الحشر 7:59

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ رسولِ کریم ﷺ غنیمت میں سے جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو کیونکہ وہ تمہارے لئے حلال ہے اور جو چیز لینے سے منع کریں اس سے باز رہو اور اس کا مطالبہ نہ کرو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ رسولِ کریم ﷺ تمہیں جو حکم دیں اس کی اِتّباع کرو کیونکہ ہر حکم میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت واجب ہے اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو ۔مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو ،نبی کریم ﷺ کی مخالفت نہ کرو اور ان کے حکم کی تعمیل میں سستی نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دینے والا ہے جو رسولِ اکرم ﷺ کی نافرمانی کرے۔[26] حضور ﷺ کے (حکم) کے بعد، اُس کی (تعمیل) اور (نہی) کے بعد، اُس سے (اجتناب) کے علاوہ، امت کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

" وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ " [27]

”اور بے شک کبھی، کسی ایمان دار مرد کا حق نہیں اور نہ کسی ایمان والی عورت کا، کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کسی کام کا فیصلہ کر دیں، کہ اُن کے لیے،اس معاملے میں اختیار ہو۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا أَمَرْتُكُمْ بِه فَخُذُوْهُ، وَ مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"[28]

”جس چیز کا میں تمہیں حکم دوں، تم اُسے تھام لو اور جس چیز سے میں تمہیں منع کروں، سو تم اس سے باز آجاؤ۔“

علامہ ابن سمعانی لکھتے ہیں:

"مَتٰى ثَبَتَ الْخَبَرُ صَارَ أَصْلًا مِّنَ الْأُصُوْلِ، وَ لَا يَحْتَاجُ إِلٰى عَرْضِهِ عَلىٰ أَصْلٍ آخَرَ، لِأَنَّهُ إِنْ وَّافَقَهُ فَذَاكَ وَ إِنْ خَالَفَهُ فَلَا يَجُوْزُ رَدُّ أَحَدِهِمَا، لِأَنَّهُ رَدٌّ لِّلْخَبَرِ بِالْقِيَاسِ، وَهُوَ مَرْدُوْدٌ بِاتِّفَاقٍ، فَإِنَّ السُّنَّةَ الثَّابِتَةَ مُقَدَّمَةٌ عَلَى الْقِيَاسِ بِلَا خِلَافٍ"[29]

ترجمہ: جب حدیث ثابت ہو جائے، تو وہ (دین کی) بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے اور اُسے کسی اور بنیاد پر پیش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر وہ (حدیث) اُس کے موافق ہوئی، تو پھر تو (بات) ٹھیک ہے اور اگر اس کے مخالف ہوئی، تو پھر اُن میں سے ایک کا ردّ کرنا درست نہیں، کیونکہ اس طرح قیاس کے ساتھ حدیث کا ردّ کرنا ہے اور اس (یعنی قیاس) کے مردود ہونے پر اجماع ہے، کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں، کہ سنتِ ثابتہ قیاس پر مقدّم ہے۔

---

[26] ۔امام عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی، مدارک، بیروت: مکتبہ دار الکلم الطیب، الحشر، تحت الآیۃ: 7، 1224/1

[27] ۔الاحزاب 36:33

[28] ۔امام ابو عبداللہ محمد یزید قزوینی، سنن ابن ماجہ، بیروت: دار الفکر، 109/1

[29] ۔امام ابنِ حجر العسقلانی، فتح الباری، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 4/ 366

دیگر صحابہ کا بھی اس حدیث کو روایت کرنا:

اس حدیث کے روایت کرنے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں سے منفرد اور تنہا نہیں۔ دیگر حضرات صحابہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے ابن عمر کے حوالے سے، امام طبرانی نے ابن عمر ہی کے حوالے سے ایک دوسری سند کے ساتھ، امام ابویعلیٰ نے انس کے حوالے سے، امام بیہقی نے عمرو بن عوف مزنی کے حوالے سے، اور امام احمد نے صحابہ میں سے ایک شخص کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔[30]

حافظ ابن عبدالبر تحریر کرتے ہیں:

"هَذَا ا الْحَدِيْثُ مُجْمَعٌ عَلى صِحَّتِهِ وَ ثُبُوْته مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ، وَ اعْتَلَّ مَنْ لَّمْ يَأْخُذْ بِه بِأَشْيَآءَ لَا حَقِيْقَةَ لَهَا"[31]

ترجمہ: روایت کے اعتبار سے اس حدیث کی صحت اور ثبوت پر اجماع ہے۔ اسے نہ لینے (یعنی نہ ماننے) والوں نے باتیں بنائی ہیں، جن کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔

تو کیا ان حضراتِ صحابہ کرام کی روایت کردہ حدیث کو بھی... معاذاللہ.. انہیں غیر فقیہ کہہ کر ردّ کیا جائے گا؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت اور اُن کی تمام روایات کی حجیت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اگرچہ کثیر الروایہ صحابی کے طور پر شہرت حاصل ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف حافظِ حدیث تھے بلکہ گہری فقاہت، دقیق فہم اور اصولی بصیرت سے مزین ایک عظیم فقیہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی قربت، مسلسل صحبت، خصوصی دعائیں اور علمی سوالات کی جرات نے ان کی علمی بصیرت کو اس درجہ پختہ کر دیا کہ بڑے بڑے صحابہ بھی کئی فقہی مسائل میں ان سے مراجعت کرتے۔ ان کے فتاویٰ، احکام، اور فقہی اجتہادات کتبِ آثار میں محفوظ ہیں، جو ان کی اجتہادی قوت اور عملی فقہ میں مہارت کی واضح دلیل ہیں۔ رہی بات اُن کی روایات کی حجیت کی، تو اُمت کے جلیل القدر آئمہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور محدثینِ کرام نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات مکمل طور پر معتبر، حجت، اور دین میں قابلِ عمل ہیں۔ کسی معتبر امام حدیث یا اصولی عالم نے اُن کی روایات پر ایسی کوئی جرح نہیں کی جو اُن کی ثقاہت کو متاثر کرے، بلکہ سب نے اس بات کو تسلیم کیا کہ ان کی کثرتِ روایت ان کے

[30] ۔امام ابنِ حجر العسقلانی، فتح الباری، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 4/ 365

[31] ۔امام ابنِ حجر العسقلانی، فتح الباری، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 4/ 365

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

اخلاص، صحبتِ نبوی ﷺ، غیر معمولی حافظے اور تفرغِ علمی کا لازمی نتیجہ ہے۔ یوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت اور ان کی احادیث کی حجیت امت میں اجماعی طور پر مسلم ہے اور ان کی مرویات دین کی تشریح، فقہ واصول اور حدیث کی دلیل کے طور پر ہمیشہ معتبر رہیں گی۔ جس اساس اور بنیاد پر یہ ساری عمارت کھڑی کی گئی، وہ اصل اور اساس ہی درست نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیر فقیہ ہونا' ایسے بیان کیا گیا، جیسے کہ یہ علمائے امت کی متفقہ رائے اور اُن کے ہاں ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ صورتِ حال قطعی طور پر ایسی نہیں۔ اہلِ علم وفضل کی ایک بڑی تعداد نے انہیں 'فقیہ' اور اُن کی ہر قسم کی ثابت شدہ روایات کو حجت قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے ذیل میں پانچ اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

1۔ حافظ ذہبی اُن کے متعلق گفتگو کا آغاز حسبِ ذیل الفاظ سے کرتے ہیں:

"اَلْإِمَامُ الْفَقِيْهُ الْمُجْتَهِدُ الْحَافِظُ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، أَبُوْهُرَيْرَةَ الدَّوْسِيُّ الْيَمَانِيُّ، سَيِّدُ الْحُفَّاظِ الْأَثْبَاتِ"[32]

ترجمہ: امام فقیہ مجتہد حافظ، رسول اللہ ﷺ کے صحابی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسی یمانی، نہایت پختہ (یادداشت والے) حفاظ حضرات کے سردار۔

امام ابن سعد نے زیاد بن مینا سے روایت کیا، کہ انہوں نے بیان کیا:

"كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُوْسَعِيْدٍ، وَأَبُوْهُرَيْرَةَ، وَجَابِرٌ، مَعَ أَشْبَاهٍ لَّهُمْ يُفْتُوْنَ بِالْمَدِيْنَةِ، وَ يُحَدِّثُوْنَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ لَّدُنْ تُوُفِّيَ عُثْمَانُ إِلى تُوَفَّوْا.قَالَ: "وَهَؤُلَاءِ الْخَمْسَةُ إِلَيْهِمْ صَارَتِ الْفَتْوٰى"[33]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہم پلہ حضرات کے ہمراہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے لے کر اپنی اپنی وفات تک مدینہ (طیبہ) میں فتویٰ دیتے اور رسول اللہ ﷺ سے احادیث بیان کرتے تھے۔ انہوں (یعنی زیاد بن مینا) نے (یہ بھی) بیان کیا۔ اُن پانچ ہی کے پاس فتویٰ تھا۔" (یعنی اُس دور میں مسندِ فتویٰ انہی پانچ حضراتِ صحابہ کے پاس تھی)۔

اب جو شخصیت خیر القرون میں اُن پانچ علمائے امت میں سے ایک ہو، جن ہی کا فتویٰ بائیس یا تئیس یا چوبیس سالوں کی طویل مدت تک مدینۃ الرسول ﷺ میں جاری وساری رہا ہو، کیا وہ غیر فقیہ ہوں گے؟ حافظ ذہبی ہی لکھتے ہیں:

"اِحْتَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ قَدِيْمًا وَّحَدِيْثًا بِحَدِيْثِه، لِحِفْظِهِ وَجَلَالَتِهِ وَاِتْقَانِهِ وَفِقْهِهِ وَنَاهِيْكَ أَنَّ مِثْلَ ابْنِ عَبَّاسٍ يَتَأَدَّبُ مَعَهُ، وَ يَقُوْلُ:"أَفْتِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ"[34]

32۔ امام شمس الدین الذہبی، سیر اعلام النبلاء، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2/ 578

33۔ محمد بن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، 372/2

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

ترجمہ: اہلِ اسلام نے گزشتہ اور موجودہ زمانے میں اُن کی (عظیم) یادداشت، بزرگی، پختگی اور فقاہت کی بناپر اُن کی احادیث کو بطورِ حجت تسلیم کیاہے۔ تمہارے لیے (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان وعظمت کو سمجھنے کے لیے) یہی بات بہت کافی ہے، کہ ابن عباس ایسے (عظیم فقیہ) اُن کا احترام کرتے ہیں اور (اُن سے) کہتے ہیں: "اے ابوہریرہ! فتویٰ دیجیے۔" (یعنی خود فتویٰ دینے کی بجائے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی موجودگی میں فتویٰ دینے کی فرمائش کرتے۔

حافظ ذہبی ہی نے قلم بند کیاہے:

"وَأَبُوْهُرَيْرَةَ رضي الله عنه إِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِيْ حِفْظِ مَا سَمِعَهُ مِنَ الرَّسُوْلِ ﷺ وَأَدَآئِهِ بِحُرُوْفِهِ وَقَدْ أَدّٰى حَدِيْثَ الـمُصَرَّاةِ بِأَلْفَاظِهِ، فَوَجَبَ الْعَمَلُ بِهِ، وَهُوَ أَصْلٌ بِرَأْسِهِ"[35]

ترجمہ: رسول کریم ﷺ سے سُنی ہوئی بات یاد رکھنے اور اسے حرفاً حرفاً ادا کرنے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ بے شک انہوں نے حدیثِ مصراۃ کو بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ پہنچایا، جن کے ساتھ اُنہوں نے سناتھا۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اس پر عمل کریں اور وہ بجائے خود (حدیث روایت کرنے میں) حجت (اور اتھارٹی) ہیں۔"

علامہ محمد عبدالحلیم لکھنوی لکھتے ہیں:

"إِنَّ أَبَآ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه فَقِيْهٌ، صَرَّحَ بِهِ ابن الْهُمَامِ فِيْ التَّحْرِيْرِ كَيْفَ لَا، وَهُوَلَا يَعْمَلُ بِفَتْوَى غَيْرِهِ، وَكَانَ يُفْتِيْ فِيْ زَمَنِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانِ اللّٰهِ تَعَالىٰ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ، وَكَانَ يُعَارِضُ أَجِلَّةَ الصَّحَابَةِ كَابْنِ عَبَّاسِ رضي الله عنهما"[36]

ترجمہ: بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیہ ہیں، علامہ ابن الہمام نے (اپنی کتاب) 'التحریر' میں (اس بات کی) صراحت فرمائی ہے۔ (اور وہ مفتی) کیونکر نہیں، وہ کسی کے فتویٰ پر عمل نہیں کرتے، (بلکہ) صحابہ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور جلیل القدر صحابہ جیسے ابن عباس سے اختلاف کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں علامہ لکھتے ہیں:

"وَنَحْنُ نَقُوْلُ إِنَّ الْخَبَرَ يَقِيْنٌ وَّالتَّغْيِيْرُ مِنَ الرَّاوِيْ بَعْدَ ثُبُوْتِ عَدَالَتِهِ وَ ضَبْطِهِ مَوْهُوْمٌ، وَ الظَّاهِرُ أَنَّهُ يَرْوِيْ كَمَا سَمِعَ. وَ لَوْ غَيَّرَ يُغَيِّرُ عَلى وَجْهٍ لَّا يَتَغَيَّرُ الْمَعْنٰى، فَإِنَّ الصَّحَابَةَ عَدُوْلُ الْأُمَّةِ"[37]

"اور ہم کہتے ہیں، کہ (صحابی کی روایت کردہ) حدیث یقینی ہے اور راوی کی عدالت اور ضبط کے ثبوت کے بعد، اُن کی جانب سے معنیٰ کا تبدیل ہونا ایک وہمی بات ہے۔ ظاہر (بات) تو یہی ہے، کہ (روایت کرنے والے) صحابی نے جیسے سُنا، ویسے ہی روایت کیا۔ اگر وہ اس (روایت کردہ حدیث) میں کچھ تبدیلی بھی کرتے ہیں، تو اس طرح، کہ اس کے معنیٰ میں نہ ہو، کیونکہ (حضرات) صحابہ (تو) امت کی جانب سے عادل قرار دیئے گئے ہیں۔"

[34] ۔امام شمس الدین الذہبی، سیر اعلام النبلاء، بیروت: داراحیاء التراث العربی، 2/ 609

[35] ۔امام شمس الدین الذہبی، سیر اعلام النبلاء، بیروت: داراحیاء التراث العربی، 619/2

[36] ۔علامہ محمد عبدالحلیم لکھنوی، قمر الاقمار للعلامۃ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 183/1، الرقم الحدیث 4

[37] ۔علامہ محمد عبدالحلیم لکھنوی، قمر الاقمار للعلامۃ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 2/ 184

نورالانوار کے حاشیہ میں (جواب سوال) کے زیر عنوان تحریر کیا گیا ہے:

"إِنَّ تَرْكَ الْعَمَلِ بِحَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه لَيْسَ إِلَّا نِسْبَةُ الْجَهْلِ إِلَى السَّلَفِ وَاسْتِخفَافُهُمْ، وَهُوَ كُفْرٌ"[38]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر عمل کو چھوڑنا تواُمت کے پہلے لوگوں کی جانب جہالت منسوب کرنے اور اُنہیں حقارت کی نگاہ کے ساتھ دیکھنے کے سوا کچھ نہیں اور ایسا کرنا کفر ہے۔"

شیخ ارناؤوط کا بیان ہے وہ لکھتے ہیں:

"وَ فِيْ قَوْلِهِمْ: "أَبُوْهُرَيْرَةَ غَيْرُ فَقِيْه." نَظَرٌ ظَاهِرٌ، فَإِنَّهُ فَقِيْهٌ مُّجْتَهِدٌ لَّا شَكَّ فِيْ فَقَاهَتِهِ. فَقَدْ كَانَ يُفْتِيْ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَ بَعْدَهُ، وَ كَانَ يُعَارِضُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما وَ فَتْوَاهُ، كَمَا فِيْ الْخَبَرِ الصَّحِيْحِ أَنَّهُ خَالَفَ ابْنَ عَبَّاسٍ فِيْ عِدَّةِ الْحَامِلِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، حَيْثُ حَكَمَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَأَبْعَدِ الْأَجَلَيْنِ، وَ حَكَمَ هُوَ بِوَضْعِ الْحَمْلِ.وَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رحمه الله عَمِلَ بِحَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه: «مَنْ أَكَلَ نَاسِيًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ.» مَعَ أَنَّ الْقِيَاسَ عِنْدَهُ أَنَّهُ يُفْطِرُ، فَتَرَكَ الْقِيَاسَ لِخَبَرِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ"

ترجمہ: اُن کی بات: (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر فقیہ)، میں خلل واضح ہے، کیونکہ بلاشبہ وہ فقیہ مجتہد ہیں، اُن کی فقاہت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ یقیناوہ نبی کریم ﷺ کے عہدِ (مبارک) اور اُس کے بعد فتویٰ دیتے تھے۔ وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے فتویٰ کا معارضہ کرتے تھے، جیسا کہ صحیح روایت میں ہے، کہ بے شک انہوں نے حمل والی خاتون کی، خاوند کی وفات پر، عدّت کی مدت میں اختلاف کیا۔ ابن عباس کی رائے میں زیادہ دیر والی مدت عدت تھی اور انہوں نے بچے کی ولادت کو (عدت قرار دیا)۔"

امام اعظم ابو حنیفہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (روایت کردہ) حدیث پر عمل کیا: "جو بھول کر کھائے، وہ اپنے روزے کو مکمل کرے"، اگرچہ اُن کے نزدیک قیاس یہ ہے، کہ وہ روزہ افطار کردے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا۔"[39]

3۔ روافض نے یہ اعتراض کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی احادیث حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں "بیان کیں۔

جواب: اسلامی تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار اُن جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے سیرتِ نبوی ﷺ اور تعلیماتِ اسلامیہ کی حفاظت و ترسیل میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ خصوصاً عہدِ خلافتِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اُن کے علمی و حدیثی فیوض زیادہ نمایاں ہوئے، کیونکہ اس دور میں سیاسی استحکام، علمی نشستوں کی کثرت اور اہلِ علم کی سرپرستی نے حدیث کی روایت و تدوین کے لیے سازگار ماحول فراہم کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی فضا میں بڑی تعداد میں احادیث بیان کیں جو بعد میں اسلامی علوم کی بنیاد بنیں۔ ان کی روایات نہ صرف امتِ مسلمہ کے

[38]۔ علامہ محمد عبدالحلیم لکھنوی، قمرالاقمار للعلامۃ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1/ 183

[39]۔ امام ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 4/ 67–70

Research Journal MA'ARIF-E AULIYA
Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

لیے علمی ورثہ ثابت ہوئیں بلکہ فہمِ دین، فقہی استنباط اور سنتِ نبوی ﷺ کی حفاظت میں بنیادی ستون کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اب بعض روافض نے یہ اعتراض کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی احادیث حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بیان کیں۔

مصر کے مشہور منکر حدیث ابوریہ نے اپنی کتاب "اضواء علی السنۃ المحمدیہ "میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حقائق کو جس طرح توڑ موڑ کے پیش کیا اور جو فحش گوئی، دریدہ دینی اور گستاخی کی ایسی معتزلہ روافض، قدیم وجدید مستشرقین بھی نہیں کرسکے۔ اس نے سابقہ ادوار کے تمام عیوب و مطاعن کا کوڑا کرکٹ حضرات صحابہ پر بالعموم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر بالخصوص ڈالنے کی کوشش کی۔ مقصد یہ تھا کہ دین اسلام کے اس بلند پایہ ستون کو مسمار کردیا جائے، وہ عظیم ستون رسول پاک ﷺ کی حدیث وسنت ہے۔

جواب: روایتِ حدیث کا سب سے زیادہ وقت خلافتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں میسر آیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 7 ہجری میں اسلام لائے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات 11 ہجری میں ہوئی، یعنی صحبت کا دور صرف چار سال تھا، لیکن یہ چار سال انتہائی بھرپور اور مسلسل رفاقت پر مشتمل تھے۔ تاہم حدیث بیان کرنے کا زیادہ وقت خلافتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پُرسکون دور میں ملا۔ خلفائے راشدین کے دور میں وہ حکومتی ذمہ داریوں، جہاد، فتنوں کی روک تھام اور انتظامی مصروفیات کے باعث کم روایات بیان کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عمومی طور پر صحابہ کو حدیث میں احتیاط کی تاکید تھی، اس لیے روایت کم کی جاتی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنہ بڑھ گیا، حالات ناسازگار تھے۔ اس کے برعکس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں سیاسی استحکام پیدا ہوا، داخلی جنگیں ختم ہوئیں، اور علمی ماحول کی تشکیل ہوئی۔ اسی وجہ سے اس دور میں "بیانِ حدیث" کے مواقع اور ضرورت بڑھی، نہ کہ "حدیث سننے" کے مواقع۔ یعنی احادیث پہلے سے محفوظ تھیں۔ صرف بیان کرنے کا موقع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بڑھ گیا۔ یہ کوئی دلیل نہیں کہ وہ احادیث بھی اسی وقت بنائیں۔

حضرت ابوہریرہ اعتماد وعدالت کے معیار پر کامل ہیں:

صحابہ کی عدالت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ"[40]

''اب دنیا میں وہ خیر امت یا بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔

[40] ۔ال عمران 110:3

بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس آیت کے پہلے مخاطب صحابہ کرام تھے کیونکہ وہی اس امت کے سر گروہ اور سر خیل ہیں۔ بعض مفسرین تو یہ مانتے ہیں کہ اس آیت میں مذکور خیرِ امت کا لقب صرف صحابہ کرام کی نسل کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے:

"وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِّتَكُونُواْ شُهَدَاء عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيْداً"[41]

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمھیں ایک امتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

وسط کا مطلب ہی عدالت و صداقت ہے۔ امتِ وسط کا لفظ اس قدر وسیع معنویت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کسی دوسرے لفظ سے اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے مراد ایسا اعلیٰ اور اشرف انسانی گروہ ہے جو عدل و انصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو اور جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور ناحق و ناروا تعلق کسی سے نہ ہو۔ جو گروہ اپنے آپ میں راستی اور ایمان داری سے متصف نہیں ہوگا وہ دوسروں کے لیے امتِ وسط کی حیثیت اور مقام بھی حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ اگر صحابہ کرام مشکوک کیریکٹر والے تھے تو۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ قرآن کی یہ آیت جھوٹی ہے۔ علامہ ابن الصلاح نے اپنے مقدمہ اصولِ حدیث میں لکھا ہے کہ اس آیت میں خطاب ان لوگوں سے کیا گیا ہے جو عہدِ نبوی میں بہ حالتِ ایمان موجود تھے اور وہ کوئی اور نہیں، صحابہ کرام تھے۔ تیسری جگہ فرمایا گیا ہے:

"لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيْباً"[42]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا، اس لیے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی۔

غور کرو کہ اس سے بڑھ کر تعدیل و توثیق اور مقبولیت و پسندیدگی کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اعلان فرمادے کہ وہ صحابہ کرام سے راضی اور خوش ہے۔ آیت میں اشارہ اس بیعت کی طرف ہے جو حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کے دستِ مبارک پر کی تھی۔ اس بیعت کو بیعتِ رضوان بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خوش خبری سنائی ہے کہ وہ ان لوگوں سے راضی ہو گیا جنہوں نے اس خطرناک موقع پر جان کی بازی لگا دینے میں ذرہ برابر تامل نہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر سر فروشی کی بیعت کر کے اپنے صادق الایمان ہونے کا صریح ثبوت پیش کر دیا۔ یہ بیعت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ وہ اپنے ایمان میں صادق و مخلص اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی وفاداری میں درجہ کمال پر فائز تھے۔ اسی بنا پر تو اللہ

---

[41]۔ البقرہ143:2

[42]۔ الفتح18:48

تعالیٰ نے ان کو اپنی سندِ خوشنودی عطافرمائی ہے اور اللہ کی سندِ خوشنودی عطا ہو جانے کے بعد اگر کوئی شخص ان سے ناراض ہو یا ان پر زبانِ طعن دراز کرے تو اس کا معارضہ ان سے نہیں، بلکہ اللہ سے ہے۔ چنانچہ جو لوگ کہتے ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور اپنی خوشنودی کا اعلان کیا اس وقت تو صحابہ کرام مخلص اور صادق وامین تھے، مگر بعد میں یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بے وفا ہو گئے، ایسے لوگ شاید اللہ کے بارے میں یہ بد گمانی رکھتے ہیں کہ اسے یہ آیت نازل کرتے وقت صحابہ کرام کے مستقبل کی کوئی خیر خبر نہیں تھی، اس لیے محض اس وقت کی حالت دیکھ کر اور اس سے متاثر ہو کر اس نے پروانہ رضامندی عطا کر دیا اور غالباً اسی بے خبری کی وجہ سے اسے اپنی پاک کتاب میں بھی درج فرمادیا تاکہ بعد میں بھی جب یہ لوگ بے وفا ہو جائیں تو ان کے بارے میں ساری دنیا یہ آیت پڑھتی رہے اور اس ربِ حقیقی کے علمِ غیب اور احاطۂ مطلقہ کی داد دیا کرے جس نے "معاذ اللہ" نادانی میں ان بے وفاؤں کو پروانہ خوشنودی عطا کیا تھا۔ کیا اللہ رب العزت کے علام الغیوب ہونے کا اس سے بڑھ کر انکار کچھ ہو سکتا ہے؟ اس قسم کی آیات اچھی خاصی ہیں جن میں صحابہ کرام کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی قیادت میں ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور قربانیوں کو سراہا گیا ہے۔ ایمان کی خاطر اپنے اموال واسباب اور امصار ودیار چھوڑ کر ہجرت کا ذکرِ خیر ہوا ہے۔ دراصل اللہ کے رسول ﷺ کی تربیت اور نگہداشت کی وجہ سے صحابہ کرام کے دلوں میں ایمان کا ملکہ جڑ پکڑ گیا تھا۔ ایقان واذعان میں وہ درجہ کمال تک پہنچ گئے تھے اور دین کی اقامت اور پھر اس امانت کو بے کم وکاست آئندہ نسلوں کے حوالے کرنے میں ان کا کردار آئیڈیل اور بے مثل ہے۔[43]

اللہ کے رسول ﷺ دنیا سے رخصت ہوتے وقت اُن سے راضی تھے اور دین کی امانت کے تحفظ کے سلسلے میں چنداں فکر مند نہ تھے۔ آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کی سختی کے ساتھ سرزنش فرمائی ہے جو کسی صحابیِ رسول ﷺ کے قول وفعل میں کسی امکانی غلطی کو دیکھتے ہی سبّ وشتم کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایسا عین ممکن ہے کہ کسی صحابی کے جس عمل کو ہم غلطی اور خامی باور کر رہے ہیں وہ اپنے آپ میں اس کا اجتہادی موقف ہو۔ اجتہادی رائے کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ حق کی یافت کرنے والے کو دوگنا اجر ملتا ہے اور تلاشِ حق میں غلطی کر جانے والے کو ایک اجر ملتا ہے کیونکہ اس کی نیت خالص تھی۔ کسی مجتہد کو ہرگز اس کی اجتہادی رائے اور موقف پر قابلِ سرزنش نہیں سمجھا جائے گا۔ اجتہاد واستنباط کے حوالے سے یہ حکم پوری امت کے بارے میں عام ہے، پھر صحابہ کرام کو اس میں کیوں نہ شامل سمجھا جائے حالانکہ وہ اس امت کے سرگروہ اور رہنما ہیں؟ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کے لیے خاص دعائیں کیں:

- حافظہ کی دعا

[43] ۔ڈاکٹر محمد رواّس قلعہ جی، موسوعۃ فقہ عبداللہ بن مسعود، مجمع الفقہ الاسلامی، ص 87

- علم کے سینے میں جمع ہونے کی دعا
- فقہ کے حصول کی دعا

ایسے شخص پر سیاسی رنگ یا جھوٹ کا الزام لگانا صحابی کی عدالت کے اصول کی کھلی مخالفت ہے۔

4۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دین سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ صرف دنیا کی خاطر مشرف باسلام ہوئے۔ابوریہ لکھتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کی رفاقت صرف شکم سیری کے لیے اختیار کی تھی۔[44]

جواب: کیا اپنے قبیلے میں رہ کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھا پی نہیں سکتے تھے؟ کیا دوس قبیلے فاقہ کشوں کا قبیلہ تھا؟ کیا حضور ﷺ کے پاس دن رات میں اعلی کھانے پکتے تھے؟ اصحاب صفہ کی حالت کس سے پوشیدہ ہے جن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ سچ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ساری کمائی آخرت کی کی، انہوں نے زندگی میں کوئی جائیداد نہیں بنائی کوئی کاروبار نہیں کیا بلکہ ہمہ وقت حضور ﷺ کے پاس حاضر رہے۔جب تک حضور ﷺ بقید حیات رہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ سے وابستہ رہے، قلب وذہن پر یہ دھن ہر وقت سوار رہتی کہ سابق الاسلام صحابہ اور امہات المومنین سے حدیثیں سنیں۔ ایک روایت میں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین بازار میں خرید وفروخت کیا کرتے تھے، انصار مدینہ کھیتی باڑی میں لگے رہتے۔ادھر میری حالت یہ تھی کہ حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتا اور جہاں جاتے آپ ﷺ کی خدمت کرتا۔اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس احادیث نبویہ کا باقیوں سے بڑھ کر ذخیرہ جمع ہو گیا۔حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ایک روز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی نے ان سے کہا" اباجان لڑکیاں مجھے طعن دیتی ہیں کہ تمہارے والد تمہیں زیور کیوں نہیں پہناتے ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا" بیٹی ان سے کہو میرے اباڈرتے ہیں کہ زیور کے عوض مجھے جہنم میں نا جانے پڑے۔[45]

حضرتِ سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، "اُس خدا کی قسم جس کے سِوا کوئی معبود نہیں، میں بھوک کی وجہ سے اپنا پیٹ زمین پر رکھتا اور بھوک کے سبب پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس راستے پر بیٹھ گیا جس سے لوگ باہر جاتے تھے۔ جانِ دوعالم ﷺ میرے پاس سے گزرے تو مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میرا چہرہ دیکھ کر میری حالت سمجھ گئے۔ فرمایا، اے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں نے عرض کی، لبیک یا رسول اللہ (ﷺ) فرمایا، میرے ساتھ آجاؤ۔ میں پیچھے پیچھے چل دیا، جب شَہَنشاہِ بَحْر وبَر، مدینے کے تاجور، ساقیٔ حوضِ کوثر، حضور ﷺ اپنے مبارک

[44]۔ محمود ابوریہ، اضواء علی السنۃ المحمدیہ، بیروت: مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، 78/1

[45]۔ امام حافظ عمادالدین ابن کثیر، البدایہ النہایہ، بیروت: مکتبۃ المعارف، 8/ 111

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

گھر پر جلوہ گرہوئے تواجازت لیکر میں بھی اندر داخل ہو گیا۔ سرورِ کائنات، شاہِ موجودات ﷺ نے ایک پیالے میں دودھ دیکھا تو فرمایا، ''یہ دودھ کہاں سے آیا ہے ؟اَہلِ خانہ نے عرض کی، فُلاں صحابی یا صحابیہ نے آپ ﷺ کیلئے ہدیۃً بھیجا ہے۔ فرمایا، ابوہریرہ (ﷺ)! میں نے عرض کی، لبیک یا رسول اللہ (ﷺ)فرمایا، جاکر اہل صفہ کو بُلا لاؤ۔'' حضرتِ سیّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ اہلِ صفہ اسلام کے مہمان ہیں، نہ اُن کو گھر بار سے رغبت ہے نہ مال ودولت سے اور نہ وہ کسی شخص کا سہارا لیتے ہیں ۔جب محبوبِ ﷺ کے پاس صَدَقہ کا مال آتا تو آپ ﷺ ان کی طرف بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہیں لیتے تھے اور جب آپ ﷺ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو آپ ﷺ ان کے پاس بھیجتے اس میں سے خود بھی استعمال کرتے اور ان کو بھی شریک فرماتے۔ مجھے یہ بات گراں سی گزری اور دل میں خیال آیا، اہل صفہ (علیہم الرضوان) کا اِس دُودھ سے کیا بنے گا، میں اس کا زیادہ مستحق تھا کہ اس دودھ سے چند گھونٹ پیتا اور کچھ قوت حاصل کرتا ۔جب اصحابِ صُفّہ (علیہم الرضوان) آجائیں گے تو سرکارِ نامدار ﷺ مجھے ہی ارشاد فرمائیں گے، کہ ان کو دودھ پیش کرو۔ اِس صورت میں بہت مشکل ہے کہ دودھ کے چند گھونٹ مجھے میسر ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اِطاعت کے بغیر چارہ نہ تھا۔ میں اصحابِ صُفّہ (علیہم الرضوان) کے پاس گیا اور اُن کو بُلایا۔ وہ آئے، انہوں نے حضور ﷺ سے اجازت طلب کی۔آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی اور وہ گھر میں حاضر ہو کر بیٹھ گئے۔ میٹھے میٹھے آقا، مدینے والے مصطفی ﷺ نے فرمایا، ''ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)!'' میں نے عرض کی، لبیک یا رسول اللہ (ﷺ) فرمایا،'' پیالہ پکڑو اور ان کو دودھ پلاؤ۔'' حضرتِ سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے پیالہ پکڑا۔ میں وہ پیالہ ایک شخص کو دیتا وہ سَیر ہو کر دودھ پیتا اور پھر پیالہ مجھے لوٹا دیتا۔ حتیٰ کہ میں پلاتا پلاتا آقائے مدینہ ﷺ تک پہنچا اور تمام لوگ سَیر ہو چکے تھے۔ حضور ﷺ نے پیالہ لے کر اپنے دستِ اقدس پر رکھا۔ پھر میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا، اور فرمایا، ''ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں نے عرض کی، لبیک یا رسول اللہ (ﷺ) فرمایا، اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے سچ فرمایا، فرمایا، ''بیٹھو اور پیو'' میں بیٹھ گیا اور دودھ پینے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا''پیو''میں نے پیا۔ آپ ﷺ مسلسل فرماتے رہے، ''پیو!'' حتیٰ کہ میں نے عرض کی، نہیں، قسم اُس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اب مزید گنجائش نہیں۔ فرمایا، ''مجھے دکھاؤ۔'' میں نے پیالہ پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی، بسم اللہ پڑھی اور باقی دودھ نوش فرمالیا۔[46]

[46]۔امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 234/4، الرقم الحدیث 6452

حضرتِ سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے (بھوک کے سبب) اپنی یہ حالت بھی دیکھی کہ حضور ﷺ کے منبرِ منور اور اُم المُؤمنین حضرتِ سیّدَتُنا عائِشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ کے درمیان بیہوش ہو کر گر پڑتا۔ کوئی آدمی آتا اور میری گردن پر پاؤں رکھ دیتا۔ وہ سمجھتا کہ مجھ پر جُنُون کی کیفیّت طاری ہے حالانکہ مجھے جُنُون وغیرہ کچھ نہ ہوتا یہ حالت بھوک کی وجہ سے ہوتی تھی۔[47] حضرتِ سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی ذوق تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر سرورِ کونین ﷺ کے قدمینِ شریفَین میں پڑے رہتے تھے۔ فاقوں پر فاقے سہتے اور علم حاصل کرتے تھے اور آپ ﷺ ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے زیادہ احادیثِ مبارکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔

5۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان فتنہ بپا ہوا۔ ان دنوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پڑھتے تھے اور کھانا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھایا کرتے تھے، جب میدان کارزار گرم ہو جاتا تو پہاڑ میں چھپ کر پناہ لیتے۔ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی جاتی تو کہتے علی بہتر عالم ہیں اور معاویہ کے یہاں لذیذ کھانا ملتا ہے اور امن سلامتی پہاڑ کے دامن ہی میں حاصل ہوتی ہے۔[48]

جواب: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیانی دورِ فتنہ کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مشہور کیا جانے والا یہ واقعہ کہ وہ نماز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پڑھتے، کھانا حضرت معاویہ کے ساتھ کھاتے اور جنگ چھڑ جانے پر پہاڑ میں پناہ لیتے——در حقیقت اُن کے حکیمانہ طرزِ عمل اور فتنے کے زمانے میں صحابہ کرام کے محتاط رویّے کی غلط تعبیر ہے۔ تاریخ و سیر کے مستند ماخذ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن لوگوں میں سے تھے جو مسلمانوں کے باہمی قتال سے ہمیشہ دور رہے اور نبی اکرم ﷺ کی اُس واضح ہدایت پر قائم رہے جس میں فتنوں کے زمانے میں غیر جانب داری، عبادت و تقویٰ کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی تھی۔ منسوب شدہ قول "علی بہتر عالم ہیں اور معاویہ کے ہاں کھانا اچھا ملتا ہے" نہ سنداً مضبوط ہے اور نہ شانِ صحابی کے مطابق۔ اس طرح کے روایات در اصل بعد کے سیاسی مناظروں اور منکرینِ حدیث کے پروپیگنڈے کا نتیجہ ہیں، جنہیں تحقیقِ حدیث کے اصولوں سے پرکھنے پر ان کی بنیاد کمزور ثابت ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل طرزِ عمل یہ تھا کہ وہ دونوں جلیل القدر صحابہ کا احترام کرتے ہوئے قتال سے کنارہ کش رہے، اور امت میں مزید اختلاف کا سبب بننے کے

[47]۔ امام مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابي هريرة الدوسي رضي الله عنه، الرقم الحديث 2492

[48]۔ محمود ابوریہ، اضواء علی السنۃ المحمدیہ، بیروت: مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، 101/1

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-4 (October-December 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
November 29, 2025

بجائے عبادت و تعلیمِ حدیث میں مشغول رہے۔ یہ روایت یا تو روافض نے نقل کی یا ثعالبی و بدیع الزمان ہمدانی جیسے مصنفین کی کتابوں میں ملتی ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں جمع روایات وواقعات کی صحت یا عدم صحت کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتنہ کے زمانے میں الگ تھلگ رہے اور مدینہ سے باہر نہ گئے۔[49]

خلاصہ کلام:

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے راوی ہیں۔
- آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف تین سال گزارے مگر غیر معمولی حافظہ اور شوقِ علم کی بنا پر ہزاروں احادیث روایت کیں۔
- مرویاتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تنقید کا سلسلہ ابتدائی دور سے نہیں بلکہ بعد کے دور میں زیادہ نمایاں ہوا۔
- ناقدین میں اکثر کا اعتراض روایات کی کثرت اور طریقِ نقل پر ہے نہ کہ ان کی امانت یا دیانت پر۔
- بعض روافض اور معتزلہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات پر شکوک پیدا کرنے کی کوشش کی۔
- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اور دیگر آئمہ محدثین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو معتبر تسلیم کیا۔
- محدثین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ثقاہت کو "ثقة، متقن، حافظ، فقیہ" جیسے الفاظ سے بیان کیا۔
- ناقدین کے اعتراضات کا علمی تجزیہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے دلائل کمزور اور غیر معتبر ہیں۔

[49]۔ ابو عبداللہ محمد شمس الدین الذہبی، تذکرہ الحفاظ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، 145/1